امراض: فکر اسلامی کی روشنی میں
(تحقیقی مطالعہ)

Diseases: In the light of Islamic thought
(Research study)

Arsalan Shabir [1]

Abstract

There is no human being in the world who does not face problems, troubles, suffering, diseases, and difficulties. The Prophets (peace be upon them), the Companions and the Companions of the Ahl-e-Bait, the scholars, and the righteous have also had to go through difficult stages and various diseases. The troubles and difficulties that come upon us are either a punishment for our actions or a test from Allah. Therefore, in times of trouble or trouble, by repenting of our sins and seeking forgiveness, we should turn to Allah Almighty, therein lies our success. Even the smallest trouble or pain that befalls a believer causes his sins to be forgiven. Due to pain or illness, the sins of the believer fall off like the leaves of a tree. The closer one is in the presence of God, the more sufferings and pains come upon him. By being patient with adversity, sins are reduced and good deeds are increased. Fever is a source of mercy that even the

[1] Ph.D. Research Sholar, MY University Islamabad

Prophets (peace be upon them) used to have fever.
Key Words: diseases, problems, Islamic thought.

تمہید

ایک مومن کا اس بات پر کامل یقین اور ایمان ہے کہ خوشی و غمی، مسرت و رنج، دکھ و سکھ، خوش حالی و تنگی، صحت و بیماری، توانائی اور ضعف اللہ تعالی کی طرف سے ہے اس کی مشیت اور منشاء کے بغیر ایک پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ دنیا اسباب و علل کی ہے۔ اسباب و علل کو موثر کرنے والی ذات اللہ کی ہے۔ یہ یقین ایمان کا جز لاینفک اور تقدیر کا لازمی حصہ ہے۔ اسلام نے انسان کی صحت کو ایک نعمت بتایا ہے۔ اس کی قدر و حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔ صحت کے بنیادی اصول بتائے مثلا صفائی ستھرائی، کھانے پینے، سونے جاگنے، پانی کا استعمال، ورزش، ملنے جلنے کے آداب و طریقے شرح و بسط سے بیان کیے ہیں۔ جبکہ بیماری سے بچنے کی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی ہدایات دی ہیں۔ اگر کوئی مومن ان کو اختیار کرنے کے باوجود بیمار ہو جائے تو اس کو کیا کرنا چاہیے یا دوسرے مسلمانوں کا اس کے ساتھ کیا رویہ و معاملہ رہنا چاہیے؟ اسلام نے اس کی بھی رہنمائی کی ہے۔ اسلام نے بیماری کے وقت پریشان ہونے، مریض سے نفرت کرنے اور اس سے جدائی اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسلام نے بیماری کو درجات کی بلندی اور گناہوں کا کفارہ بتایا ہے۔

بیماری گناہوں کا کفارہ

بیماری گناہوں کا کفارہ ہے۔ بیماری سے گناہ ختم ہوتے ہیں۔ ذیل میں چند احادیث پیش کی جاتی ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ، وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ، وَلَا حَزَنٍ، وَلَا أَذًى، وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ.[2]

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی

---

[2] بخاری، صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب ماجاء فیکفارۃ المرض، حدیث نمبر: 5641

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو پہنچنے والی کوئی مشکل، تکلیف، غم، ملال، اذیت اور کوئی دُکھ ایسا نہیں، (کہ جس کا اسے بارگاہ الٰہی سے اجر نہ ملے) حتی کہ اگر اُس کے پیر میں کانٹا بھی چبھے تو اللہ تعالیٰ اُس کی وجہ سے اُس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

علامہ بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں:

انسان کو اس کے ارادے کے مطابق آیندہ آنے والے خطرات سے جو تکلیف پہنچتی ہے اسے ھَمّ کہتے ہیں۔ ماضی میں جو تکلیف پہنچی ہو اُسے حُزن کہتے ہیں، ھَمّ اور حُزن یہ دونوں باطنی تکلیفیں ہیں۔ غیر کی زیادتی سے جو تکلیف پہنچے اسے اَذَی (اذیت) کہتے ہیں۔ ایسی چیز جس سے دل تنگ ہو جائے اسے غم کہتے ہیں۔[3]

امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

امام قرافیؒ فرماتے ہیں: "یقیناً مصائب وآلام گناہوں کا کفارہ ہیں، چاہے ان کے ساتھ بندے کی رضا ملی ہوئی ہو یا نہ ہو۔ ہاں مصائب پر راضی رہنے کی صورت میں یہ مصائب بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں جبکہ بغیر رضا کے کم گناہوں کا کفارہ۔ تحقیق یہ ہے کہ مصیبت جتنی بڑی ہو گی اتنے ہی بڑے گناہوں کا کفارہ ہو گی اگر بندہ مصیبت پر راضی رہے تو اس پر بھی اُسے (الگ) اجر دیا جائے گا۔ اگر مصیبت زدہ پر کوئی گناہ نہ ہو تو اسے اس کے بدلے اتنا ثواب دے دیا جائے گا۔[4]

اس سے روایت سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس تکلیف کی وجہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ یہ تکلیفیں اور مصائب انسان کے لیے رفع درجات کا سبب بنتے ہیں۔ محدثین کرام کے مطابق لفظ ھم اور غم کا معنی آپس میں

[3] عینی، عمدۃ القاری، کتاب المرضٰی، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، ج:14، ص:639، حدیث نمبر: 5641

[4] ابن حجر، فتح الباری، کتاب المرضی، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، ج:11، ص:90، حدیث نمبر: 5641

قریب قریب ہے بلکہ خفیف سے فرق ہے۔ ھم آئندہ پریشانی کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے اور غم گذشتہ کسی امر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب بھی مسلمان کو کسی قسم کی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ خاص طور پر صغیرہ گناہ جھڑ جاتے ہیں حتی کہ اگر کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو اللہ تعالی اس کانٹے کے چبھنے کی وجہ سے بھی گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔

انسان اس دار تکلیف میں بیماری و تکلیف اور پریشانی و مصیبت کی شکل میں ہمہ وقت آزمائش میں رہتا ہے۔ جب انسان کو اپنی جان و اولاد اور مال کے سلسلے میں کسی آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور آزمائش کے جاری رہنے پر وہ صبر کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے گناہ اور خطائیں معاف ہوتی ہیں۔ اور اگر وہ ان پر ناگواری کا اظہار کرے تو جان لینا چاہیے کہ جو شخص آزمائش پر ناراضگی کا اظہار کرتا ہے وہ اللہ کی ناراضگی کا سزاوار ہو جاتا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الرَّبَّ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى يَقُولُ: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا أُخْرِجُ أَحَدًا مِنَ الدُّنْيَا أُرِيد أَغْفِرَ لَهُ حَتَّى أَسْتَوْفِيَ كُلَّ خَطِيئَةٍ فِي عُنُقِهِ بِسَقَمٍ فِي بَدَنِهِ وَإِقْتَارٍ فِي رِزْقِهِ.[5]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: مجھے میرے غلبہ وجلال کی قسم! میں جسے بخشنے کا ارادہ کرلوں تو میں اسے دنیا سے نہیں اٹھاتا حتی کہ میں اسے بیمار کر کے یا اس کے رزق میں تنگی کر کے اس کے ذمے تمام خطاؤں کا پورا پورا حساب نہ کرلوں۔

اس حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ بندے کے ذمہ جو گناہ ہوتے ہیں اللہ تعالی اس کا بدلہ دنیا میں دے دیتا ہے۔ کبھی اللہ تعالی بندے کو بیمار کر دیتا ہے اور کبھی رزق کی تنگی دے دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالی اس کے گناہوں کو ختم فرمادیتا ہے۔ مصائب و پریشانیوں کی وجہ سے گناہوں کا دور ہونا متعدد احادیث نبویہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ اللہ تعالی بندے کے ان

---

[5] مشکوۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض:1585

مسائل کی وجہ سے اس کے لیے بخشش کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ الحاصل یہ کہ فقر، بیماری اور آزمائش گناہوں کو مٹا دیتے ہیں جیسے صابن سفید کپڑے سے میل کچیل کو دور کر دیتا ہے۔

عَنْ أُمَيَّةَ، أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ، عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ (سورة البقرة آية 284)وَعَنْ قَوْلِهِ: مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ (سورة النساء آية 123)، فَقَالَتْ: " مَا سَأَلَنِي عَنْهَا أَحَدٌ مُنْذُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَذِهِ مُعَاتَبَةُ اللَّهِ الْعَبْدَ فِيمَا يُصِيبُهُ مِنَ الْحُمَّى وَالنَّكْبَةِ حَتَّى الْبِضَاعَةُ يَضَعُهَا فِي كُمِّ قَمِيصِهِ فَيَفْقِدُهَا فَيَفْزَعُ لَهَا حَتَّى إِنَّ الْعَبْدَ لَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوبِهِ كَمَا يَخْرُجُ التِّبْرُ الْأَحْمَرُ مِنَ الْكِيرِ "[6]

حضرت امیہ کہتی ہیں کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول «: وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ » اور (دوسرے) قول « مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ » کا مطلب پوچھا، تو انہوں نے کہا: جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا مطلب پوچھا ہے تب سے (تمہارے سوا) کسی نے مجھ سے ان کا مطلب نہیں پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”یہ اللہ کی جانب سے بخار اور مصیبت (وغیرہ) میں مبتلا کر کے بندے کی سرزنش ہے۔ یہاں تک کہ وہ سامان جو وہ اپنی قمیص کی آستین میں رکھ لیتا ہے پھر گم کر دیتا ہے پھر وہ گھبراتا اور اس کے لیے پریشان ہوتا ہے، یہاں تک کہ بندہ اپنے گناہوں سے ویسے ہی پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسا کہ سرخ سونا بھٹی سے (صاف ستھرا) نکلتا ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان مذکورہ آیات کے متعلق اشکال پیش آیا تو حضرت امیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ ضی اللہ عنہا سے ان کا مطلب پوچھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ آپ سے پہلے مجھے

[6] ترمذی، السنن، حدیث نمبر: 2991

سے کسی نے یہ مسئلہ نہیں پوچھا۔ جان لیجیے کہ ان آیات کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ اللہ تعالی مؤمنوں کے دل کی باتوں کا بھی امتحان لے گا اوران کے قلبی اندیشوں کے بارے میں بھی پوچھے گا اوران گناہوں کی وجہ سے انسان کو قیامت کے دن جہنم میں داخل کرے گا بلکہ محاسبہ جزا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی بندے کو اکثر طور پر گناہوں کی سزا بطور عتاب (سزا) کے دنیا میں ہی دے دیتا ہے۔ کبھی بخار کی صورت میں کبھی غم و پریشانی کی صورت میں۔ یہ بھی اللہ تعالی کی انسان پر بہت بڑی شفقت و مہربانی ہے کہ میرا بندہ آخرت کا عذاب برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ بیماری و پریشانی دے کر ان کے گناہوں کو جھاڑ دیتا ہے اور صاف کر کے جنت میں لے جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک دوست اپنے دوسرے دوست سے کسی سوء ادبی یا کسی اور غلطی کی وجہ سے ناراض ہو اور یہ ناراضگی ظاہراً ہوتی ہے، دلی طور پر اس سے ناراضگی نہیں ہوتی بلکہ محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی اپنے نیک بندوں سے گناہوں کی وجہ سے ظاہری طور پر ناراض ہوتا ہے اوران کو مصائب میں مبتلا کر کے ان کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے بلکہ ایسے طریقہ سے ختم کرتا ہے جیسے سونے چاندی کا ڈلا بھٹی سے نکل کر صاف ہو جاتا ہے بلکہ دوسری حدیث شریف میں اس طرح تشبیہ دی گئی ہے جیسے سفید کپڑے سے میل نکل جاتی ہے۔ اللہ تعالی اپنے بندوں کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے اور یہ سب کچھ محبت کی وجہ سے اور رفع درجات کے لیے ہوتا ہے۔

بیماری اللہ تعالی کی طرف سے بھلائی کا ارادہ ہے

دین اسلام نے بیماری کو تکلیف کا ذریعہ نہیں بتایا بلکہ رب تعالی کی طرف سے بھلائی قرار دیا ہے۔ ذیل میں چند احادیث پیش کی جاتی ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم : مَنْ يُرِدِ اللهُ بِه خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ.[7]

[7] بخاری، صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، حدیث نمبر: 5321

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرمائے اُسے (بیماریوں) تکالیف (اور آزمائشوں) میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ابن بطال شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

"حدیث کا معنی یہ ہے کہ مومن کو دنیا میں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔"[8]

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی مسلمان کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تاکہ اس پر اسے ثواب دے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالی کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں مصائب میں مبتلا فرماتا ہے تو جس نے صبر کیا اس کے لئے صبر ہے اور جس نے جَزَع (بے صبری) کی اس کے لئے جَزَع ہے۔"[9] ان احادیثِ مبارکہ میں بندۂ مومن کے لئے بڑی بشارتیں ہیں کیونکہ انسان کو کبھی نہ کبھی مرض یا غم کی وجہ سے تکلیف ضرور پہنچتی ہے اور مرض، دکھ، درد، تکلیف بدنی یا قلبی تمام کی تمام مصیبتیں مومن کے گناہوں کو مٹاتی ہیں۔[10]

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مصیبت ہر ناپسندیدہ امر کو کہتے ہیں۔

عَنْ أَبِي مُوْسٰى رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غَيْرَ مَرَّةٍ

---

[8] ابن بطال، شرح صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب ماجاء فی کفارۃ المرضی، ج:9، ص:371

[9] احمد، المسند، باقی مسند الانصار، ج:9، ص:160، حدیث نمبر:23695

[10] ابن حجر، فتح الباری، کتاب المرضی، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، ج:11، ص:93، حدیث نمبر:5645

وَلَا مَرَّتَيْنِ يَقُوْلُ: إِذَا كَانَ الْعَبْدُ يَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا فَشَغَلَه عَنْه مَرَضٌ أَوْ سَفَرٌ كُتِبَ لَه كَصَالِحِ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ مُقِيْمٌ.[11]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک یا دو بار نہیں کئی مرتبہ یہ فرماتے سنا: جب کوئی شخص مستقل نیک کام کرتا رہتا ہے لیکن کسی وقت وہ اُسے بیماری یا سفر کے باعث پوری طرح نہیں کر پاتا تو اُس کے لیے دریں حالات بھی اتنا ہی اجر لکھا جائے گا جتنا صحت و قیام کی حالت میں لکھا جاتا تھا۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ انسان حالت صحت میں جب نیک اعمال کرتا ہے اور بیماری کی وجہ سے وہ نیک اعمال کرنے پر قادر نہیں ہوتا تو اللہ تعالی اسے ان نیک اعمال کا اجر وثواب بیماری کی حالت میں بھی عطا فرماتا رہتا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ، عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَإِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَکَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتَّى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ [12]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے (اس کے گناہوں کی) جلد ہی دنیا میں سزا دے دیتا ہے اور اگر کسی بندے سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو گناہ کے سبب اس کا بدلہ روک رکھتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے پورا بدلہ دے گا۔ اسی سند سے حضور نبی اکرم ﷺ سے مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بڑا ثواب بڑی مصیبت کے ساتھ ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتا

[11] بخاری، صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب يكتب للمسافر ما كان يعمل في الإقامة، حدیث نمبر: 2834

[12] ترمذی، السنن، کتاب: الزهد، باب: ماجاء في الصبر على البلاء، حدیث نمبر: 2396

ہے تو انہیں آزماتا ہے۔ پس جو اس پر راضی ہو اس کے لئے (اللہ تعالیٰ کی) رضا ہے اور جو ناراض ہو اس کے لئے ناراضگی ہے۔

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ مومن کو اس کے جان ومال وغیرہ میں مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اگر وہ صبر کرے گا تو اللہ ان مصائب پر اسے ثواب دے گا اور یہ کہ مصیبت جتنی بڑی اور خطرناک ہوتی ہے اس پر اللہ کی طرف سے اتنا ہی بڑا ثواب ملتا ہے۔ پھر نبی ﷺ وضاحت فرمارہے ہیں کہ مصائب کا آنا اللہ تعالی کی مومن کے ساتھ محبت کی علامت ہے اور یہ کہ جو اللہ کی قضاو قدر میں لکھا ہے وہ لا محالہ ہو کر رہنا ہے لیکن جو شخص صبر ورضا کا مظاہرہ کرتا ہے اسے اللہ تعالی اپنی رضا کے ساتھ نوازے گا اور اسے ثواب دے گا اور جو برہم ہوتا ہے اور اللہ کی قضاو قدر کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس پر برہم ہوتا ہے اور اسے سزا دیتا ہے۔

بیماری قرب الٰہی کا ذریعہ ہے

دین اسلام نے بیماری کو قرب الٰہی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم : إِنَّ اللهَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ، مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي. قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ أَعُوْدُکَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ. أَمَا عَلِمْتَ أَنَّکَ لَوْ عُدْتَه لَوَجَدْتَنِي عِنْدَه؟...الحديث.[13]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہ کی۔ بندہ عرض کرے گا: اے پروردگار! میں تیری بیمار پرسی کیسے کرتا جبکہ تو خود تمام جہانوں کا پالنے والا ہے؟ ارشاد ہو گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تو نے اُس کی عیادت

[13] مسلم، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل عیادۃ المریض، حدیث نمبر:2569

نہیں کی۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اُس کے پاس موجود پاتا؟"

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ بیماری کے وقت بندہ تعالی کے قرب میں ہوتا ہے۔ اسی عظمت کو بیان کرنے کے لیے اللہ تعالی اپنے بندے سے جو مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے نہیں گیا فرمائے گا کہ اگر تو مریض کی عیادت کے لیے آتا تو مجھے وہاں پاتا۔

عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ ، أَنَّهُ رَاحَ إِلَى مَسْجِدِ دِمَشْقَ وَهَجَّرَ بِالرَّوَاحِ، فَلَقِيَ شَدَّادَ بْنَ أَوْسٍ، وَالصُّنَابِحِيُّ مَعَهُ، فَقُلْتُ: أَيْنَ تُرِيدَانِ يَرْحَمُكُمَا اللَّهُ؟ قَالَا: نُرِيدُ هَاهُنَا إِلَى أَخٍ لَنَا مَرِيضٍ نَعُودُهُ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُمَا حَتَّى دَخَلَا عَلَى ذَلِكَ الرَّجُلِ، فَقَالَا لَهُ: كَيْفَ أَصْبَحْتَ؟ قَالَ: أَصْبَحْتُ بِنِعْمَةٍ، فَقَالَ لَهُ شَدَّادٌ : أَبْشِرْ بِكَفَّارَاتِ السَّيِّئَاتِ وَحَطِّ الْخَطَايَا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، يَقُولُ: إِنِّي إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنًا، فَحَمِدَنِي عَلَى مَا ابْتَلَيْتُهُ، فَإِنَّهُ يَقُومُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذَلِكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ مِنَ الْخَطَايَا" . وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: " أَنَا قَيَّدْتُ عَبْدِي، وَابْتَلَيْتُهُ، فَأَجْرُوا لَهُ كَمَا كُنْتُمْ تُجْرُونَ لَهُ وَهُوَ صَحِيحٌ" .[14]

حضرت ابو اشعث کہتے ہیں کہ وہ دوپہر کے وقت مسجد دمشق کی جانب روانہ ہوئے، راستے میں سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی، ان کے ساتھ صنابحی بھی تھے، میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہاں ایک بھائی بیمار ہے، اس کی عیادت کے لیے جا رہے ہیں، چنانچہ میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔ جب وہ دونوں اس کے پاس پہنچے تو اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ اس نے بتایا کہ ٹھیک ہوں، سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں بشارت ہو کہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو چکا اور گناہ معاف ہو چکے کیونکہ میں نے نبی

---

[14] احمد مسند احمد، مسند الشامیین، حدیث شداد بن اوس، حدیث نمبر: 17118

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں اپنے بندوں میں سے کسی مؤمن بندے کو آزماتا ہوں اور وہ اس کی آزمائش پر بھی میری تعریف کرتا ہے تو جب وہ اپنے بستر سے اٹھتا ہے، وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک صاف ہو جاتا ہے جس دن اسے اس کی ماں نے جنم دیا تھا اور پروردگار فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو قید کیا اور اسے آزمایا لہذا تم اس کے لئے ان تمام کاموں کا اجر و ثواب لکھو جو وہ تندرستی کی حالت میں کرتا تھا۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضرت شداد بن اوس اور حضرت صنابحی رضی اللہ عنہما ایک بیمار شخص کی عیادت کے لیے گئے۔ دونوں حضرات نے اس کی مزاج پُرسی کی۔ اس نے جواب دیا کہ اللہ کا شکر ہے۔ ہم خدا کی رضا و قضاء کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو انہوں نے اس کو گناہوں کے جھڑنے اور برائیوں کے معاف ہونے کی خوشخبری سنائی اور اسے حضور ﷺ کا یہ ارشاد مبارک سنایا کہ جب بندہ بیماری سے صحت یاب ہو جاتا ہے تو وہ اس طرح ہو جاتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا جیسے اس کی ماں نے اسے آج جنا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام نے بیماری کو باعث شرف قرار دیا ہے۔ مسلمان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالی اسے انعام واکرام سے نوازتا ہے۔ بیماری بھی چونکہ تکلیف کا سبب بنتی ہے، اس لیے بیماری سے بھی اللہ تعالی کا فضل وشرف حاصل ہوتا ہے۔ بیماری گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔ بیماری سے درجات بلند ہوتے ہیں اور اللہ تعالی کا قرب نصیب ہوتا ہے۔

بیماری میں مسلمان کا طرز عمل

دنیا دارالامتحان ہے، جس طرح ایمان سے محروم انسان کو ابتلاء وآزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، اسی طرح صاحبِ ایمان کے لیے بھی ابتلاء وآزمائش مقدر ہوتی ہے، اسلام کا تصور یہ ہے کہ بیماری اور شفاء اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، فرماں بردار اور نافرماں کی کوئی تخصیص نہیں ہے، حضرات انبیائے کرامؑ بھی بیمار ہوئے ہیں، سید المرسلین اور امام الانبیاء ﷺ بھی متعدد مرتبہ بیماری میں مبتلا ہوئے، وصال کے موقع پر تقریباً چودہ دن بیمار رہے، بیماری مومن کے لیے امتحان وآزمائش

ہے، دنیا میں آزمائشیں بخشش اور مغفرت کے لیے آتی ہیں، حقیقت میں بیماری ایک نعمت ہے، گناہوں کے لیے کفارہ اور رفع درجات کا سبب ہے، بیمار کو اللہ اور بندوں سے معافی تلافی اور حقوق کی ادائیگی کے لیے ایک موقع دیا جاتا ہے۔

مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمیؒ لکھتے ہیں:

"بیماری بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس کے فائدے بے شُمار ہیں، اگرچہ آدمی کو بظاہر اس سے تکلیف پہنچتی ہے مگر حقیقۃً راحت وآرام کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے، یہ ظاہری بیماری جس کو آدمی بیماری سمجھتا ہے، حقیقت میں رُوحانی بیماریوں کا ایک بڑا زبردست علاج ہے، حقیقی بیماری تو اَمراضِ رُوحانیہ (مثلاً دنیا کی محبت، دولت کی حرِص، بخل، دِل کی سختی وغیرہ) ہیں کہ یہ البتہ بہت خوف کی چیز ہے اور اسی کو مَرَضِ مُہلِک (یعنی ہلاک کرنے والی بیماری) سمجھنا چاہیے۔"[15]

بیماری میں ہمارا بحیثیت مسلمان طرز عمل یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالی کی طرف سے آنے والی ہر آزمائش اور تکلیف کو خندہ پیشانی کے قبول کریں اور ہر مصیبت اور پریشانی پر صبر کا مظاہرہ کریں اور اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالی کی طرف رجوع کریں اور توبہ واستغفار کو لازم پکڑیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَـيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ"[16]

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر کرو اور ثابت قدمی میں (دشمن سے بھی) زیادہ محنت کرو اور (جہاد و مجاہدہ کے لیے) خوب مستعد رہو، اور (ہمیشہ) اللہ کا تقویٰ قائم رکھو تاکہ تم کامیاب ہوسکو۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان کے لیے زندگی میں قدم قدم پر آزمائشیں ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کبھی مرض سے، کبھی جان ومال کی کمی سے، کبھی دشمن کے ڈر خوف سے، کبھی کسی نقصان سے، کبھی آفات وبَلیّات سے اور کبھی نت

[15] اعظمی، امجد علی، بہار شریعت، ج:1، حصہ:4، ص:799

[16] البقرۃ،2:155

نئے فتنوں سے آزماتا ہے حضرت نوح علیہ السلام پر اکثر قوم کا ایمان نہ لانا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالا جانا، فرزند کو قربان کرنا، حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری میں مبتلا کیا جانا، ان کی اولاد اور اموال کو ختم کر دیا جانا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مصر سے مدین جانا، مصر سے ہجرت کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ستایا جانا اور انبیاء کرام علیہم السلام کا شہید کیا جانا یہ سب آزمائشوں اور صبر ہی کی مثالیں ہیں اور ان مقدس ہستیوں کی آزمائشیں اور صبر ہر مسلمان کے لئے ایک نمونے کی حیثیت رکھتی ہیں لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اسے جب بھی کوئی مصیبت آئے اور وہ کسی تکلیف یا اَذِیَّت میں مبتلا ہو تو صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے۔

نیک صاحب ایمان پر دنیوی مشکلات کا آنا اس کے لیے درجات کی بلندی کا باعث ہے۔ دنیا کی مصیبتیں مومن کے لیے نعمت ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے وہ آخرت کے عذاب سے بچ جاتا ہے۔ مصیبت پر صبر ایمان کے کامل ہونے کی علامت ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات کے پیش نظر رکھنے سے صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو بندہ اپنے ایمان میں جس قدر مضبوط ہو گا اسی قدر اس کی ابتلاء و آزمائش بھی ہو گی، لیکن اس ابتلاء و آزمائش میں اس کے لیے ایک بھلائی کا بھی پہلو ہے کہ اس سے اس کے گناہ معاف ہوتے رہیں گے، اور بندہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہو گا۔

> عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ , قَالَ:" مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ , فَقَالَ: اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي، قَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيلَ لَهَا: إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ: لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى".[17]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک عورت پر

[17] بخاری، صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، حدیث نمبر: 1283

ہوا جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ بولی میری مصیبت کا آپ کو کیا علم، یہ مصیبت تم پر پڑی ہوتی تو پتہ چلتا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان نہ سکی تھی۔ پھر جب لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تو اب وہ (گھبرا کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہنچی۔ وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا۔ پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو پہچان نہ سکی تھی۔ (معاف فرمائیے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر تو جب صدمہ شروع ہو اس وقت کرنا چاہیے (اب کیا ہوتا ہے)۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں؛

علامہ قرطبیؒ نے فرمایا کہ شاید وہ عورت نوحہ زن تھی اور بہت زیادہ جزع وفزع (رونا پیٹنا) کر رہی تھی اس لئے حضور ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ اللہ تعالی سے ڈر۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے " اِتَّقِی اللّٰہَ" (اللہ تعالی سے ڈر) اس لئے فرمایا تاکہ اس کے لئے صبر کرنا آسان ہو جائے، گویا فرمایا کہ تو نے اگر صبر نہ کیا تو اللہ تعالی کے غضب سے ڈر، اور آہ وبُکا نہ کر، تاکہ تجھے اس پر ثواب ملے۔[18]

بڑی مصیبت کے وقت صبر کرنا ہی اصل صبر ہے اور اسی پر اجرِ عظیم ہے، بیٹے کی موت ماں کے لئے بہت بڑا صَدمہ ہے۔ وہ عورت بھی اپنے بیٹے کی موت کا صَدمہ برداشت نہ کر سکی اور اس کی قبر پر آکر رونے لگی، نبی اکرم ﷺ نے اُسے دیکھا تو صبر کی تلقین فرمائی۔ اس پر غم کا غلبہ تھا وہ آپ ﷺ کو نہ پہچان سکی اور بولی کہ آپ مجھے چھوڑ دیں، جیسا غم مجھے پہنچا ہے آپ کو ایسا غم نہیں پہنچا۔ پھر جب اسے نبی اکرم ﷺ کے متعلق بتایا گیا تو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اس نے اپنے اندازِ گفتگو پر معافی مانگ لی۔ جب اس عورت کو بتایا گیا کہ تجھے نیکی کی دعوت دینے والے نبی اکرم ﷺ تھے تو اس نے دل میں

---

[18] عینی، عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، ج:6، ص:93، حدیث نمبر:1283

خوف محسوس کیا، آپ کے دربار عالی کی ہیبت اس کے دل میں بیٹھ گئی۔اس نے سوچا کہ جس طرح دنیوی بادشاہوں کے دربان و پہریدار ہوتے ہیں لوگوں کو بادشاہ کے پاس جانے سے روکتے ہیں، شاید یہاں بھی ہے ایسا ہی معاملہ ہو گا۔ لیکن جب وہ نبی اکرم ﷺ کے دربار عالی میں پہنچی تو معاملہ بالکل برعکس پایا یعنی وہاں نہ کوئی دربان تھا نہ پہرے دار۔ کیونکہ وہ کسی دنیوی بادشاہ کا دربار نہ تھا بلکہ وہ تو امام الانبیاء ﷺ کا وہ دربار تھا جہاں ہر بے کس وناچار کو حاضر خدمت ہونے کی اجازت عام تھی۔ یہ وہی مقدس بار گاہ تھی جہاں حاضر ہونے والوں کے بگڑے ہوئے کام بن جاتے ہیں، بڑے بڑے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے:

"وَلَوْ اَنَّہُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَہُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَہُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا "[19]

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ صحت آدمی کے لیے ہزار نعمت ہے، تمام دینی و معاشرتی خدمات اہل وعیال کی نگرانی، تجارت وکاروبار؛ بلکہ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں جس کے لیے صحت کی ضرورت نہ ہو، اسی لیے ہر شخص یہ تمنا کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ صحت مند رہے، لیکن بیماری انسان کے ساتھ لگی رہتی ہے، اس سے کوئی مفر نہیں۔ لہٰذا ایمان والوں کو چاہیے کہ جب حالات سازگار ہوں، خوشی اور شادمانی کے سامان میسر ہوں، مالی وسعت اور تن درستی حاصل، تو بھی وہ اس کو اپنا کمال اور اپنی قوت بازو کا نتیجہ نہ سمجھیں؛ بلکہ اس وقت بھی اپنے دل میں اس یقین کو تازہ کریں کہ یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی بخشش ہے اور وہ جب چاہے اپنی بخشی ہوئی ہر نعمت چھین بھی سکتا ہے؛ اس لیے ہر نعمت پر اس شکر کا کرادا

---

[19] النساء:64

کریں۔ جب کوئی دکھ، مصیبت اور بیماری پیش آجائے، تو وہ مایوسی اور سراسیمگی کا شکار نہ ہوں؛ بلکہ ایمانی صبر وثبات کے ساتھ اس کا استقبال کریں اور دل میں یہ یقین رکھے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جو ہمارا حکیم اور کریم رب ہے اور وہی ہم کو اس دکھ، مصیبت اور بیماری سے نجات دینے والا ہے۔ اس دنیا میں تکلیف اور آرام تو سب ہی کے لیے ہے؛ لیکن اس تکلیف اور آرام سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنا یہ صرف اُن اہل ایمان ہی کا حصہ ہے جو چین و آرام اور مسرت وخوشی کی ہر گھڑی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جب کسی رنج اور دکھ میں مبتلا کیے جاتے ہیں اور کوئی بیماری اور تنگی ان کو پیش آتی ہے، تو وہ بندگی کی پوری شان کے ساتھ صبر کرتے ہیں۔

خلاصہ بحث:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دنیا میں کوئی بھی بشر ایسا نہیں ہے جس کو پریشانیوں، مصیبتوں، تکلیفوں، بیماریوں اور دشواریوں کا سامنانہ کرنا پڑے۔ انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ واہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم، علماء کرام اور صالحین کو بھی دشوار کن مراحل اور طرح طرح کی بیماریوں سے گزرنا پڑا ہے۔ ہمارے اوپر جو پریشانیاں اور دشواریاں آتی ہیں وہ یا تو ہمارے اعمال کی سزا ہوتی ہیں یا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہماری آزمائش ہوتی ہے۔ لہٰذا مصیبت یا پریشانی کے وقت گناہوں سے توبہ واستغفار کرکے، ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اسی میں ہماری کامیابی مضمر ہے۔ مومن کو پہنچنے والی چھوٹی سے چھوٹی مصیبت یا تکلیف بھی اس کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتی ہے۔ تکلیف یا مرض کی وجہ سے مومن کے گناہ درخت کے پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔ بارگاہِ خداوندی میں جو جتنا زیادہ مُقرَّب ہوتا ہے اس پر اتنے ہی زیادہ مصائب و آلام آتے ہیں۔ سب سے زیادہ مصائب انبیائے کرام علیہم السلام پر اور پھر اُن کے بعد درجہ بدرجہ اولیائے کرام رحمہم اللہ پر آتے ہیں۔ مصیبت پر صبر کرنے سے گناہوں میں کمی اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ بخار باعثِ رحمت ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی بخار ہوا کرتا تھا۔ بخار کو بُرا کہنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس کے ذریعے گناہ جھڑتے اور نیکیاں بڑھتی ہیں۔